بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلامی آئین کی چند ضروری شرائط

آئینی کمیٹی کے مسودہ پر غور وخوض کرنے اور آئین کو آخری شکل دینے کیلئے قومی اسمبلی کا اجلاس شروع ہو چکا ہے۔ آئینی مسودہ کی تفصیلات چونکہ تادمِ تحریر ہمارے سامنے نہیں آسکیں اس لئے اس پر رائے زنی کا موقعہ تو نہیں ہے، البتہ پچھلے دنوں حزبِ اقتدار وحزبِ اختلاف کے رہنماؤں کے درمیان جو آئینی سمجھوتہ ہُوا ہے اور کمیٹی نے مسودہ میں اس کی بنیادی باتوں کو مدِنظر رکھا، اس کی اسلامی اور جمہوری حیثیت پر بہت کچھ کہنے کی گنجائش ہے، مگر آج کی فرصت میں اس کی جمہوری خامیوں کو نہیں بلکہ صرف اسلامی حیثیت پر کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ مستقل آئین کے سلسلہ میں اس کو نہ صرف ارکینِ اسمبلی بلکہ تمام مسلمان ملحوظ رکھ کر آئین کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرسکیں۔ آئینی سمجھوتہ میں یہ بات بڑی حد تک خوش آئند سمجھی گئی ہے کہ ملک کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ ملک کے قوانین قرآن وسنت کے مطابق ہوں گے صدرِ مملکت کیلئے مسلمان ہونے کا (اور ایک حد تک اسکی تعریف کرتے ہوئے) اقرار لازمی ہوگا۔ اس طرح کی بعض دوسری باتیں جنہیں آئین کے اسلامی ہونے کا ضامن سمجھا گیا ہے، بجا طور پر تحسین وتائید کی مستحق ہیں۔ مگر پچھلے دساتیر کیطرح یہاں بھی چند ایسی بنیادی خامیاں دانستہ رکھی گئی ہیں کہ یہ باتیں محض فریبِ نظر بن کر رہ گئی ہیں۔ اور پورے آئین کو یکسر اسلامیت کی روح سے بیگانہ کردیا گیا ہے۔ اور محض ایک خوشنما عنوان کے پردہ میں اسلامی قوانین وحقوق کا بری طرح مذاق اڑایا گیا ہے۔ اس طرح دستور میں اسلام، خدا اور رسول، قرآن وسنت اور اسلامی اصول کے محض ذکر سے سادہ لوح مسلمانوں کو تو مطمئن کرسکیں گے، مگر مقصد کسی طرح حاصل نہیں ہوسکے گا۔

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ اگر مذکورہ سب باتیں دستور کے دیباچہ یعنی "مملکت کی پالیسی طے کرنے کے رہنما اصول" میں رکھی گئی ہیں، تو ان کی کوئی قانونی پوزیشن باقی نہیں رہ سکتی۔ یہ حصہ قانون کا وہ حصہ ہے جس کی خلاف ورزی کو کسی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ اور کسی بڑے سے بڑے غیر اسلامی قانون کو اسلامی قانون کا ٹاگ دے کر آپ ملک میں بآسانی نافذ کرسکیں گے۔ اس لئے لازمی ہے کہ ان تمام باتوں کو قانون سازی کے بنیادی ابواب اور طریق کار والے حصہ میں درج کیا جائے تاکہ کسی بھی خلاف ورزی کو عدالت میں چیلنج کیا جاسکے۔

۲۔ بظاہر پارلیمانی نظام میں صرف قومی اسمبلی قوانین کو آخری شکل دیتی ہے، اس صورت میں یہ ضمانت دینا

لازمی ہے کہ کسی وقت اسمبلی اکثریت کے بل پر اسلامی احکامات و تعلیمات کے خلاف کوئی فیصلہ کردے تو اسکی اصلاح کے متبادل راستے کھلے ہوں۔ مثلاً ہر مسلمان شہری کو یہ حق حاصل ہو کہ اسمبلی کی کسی غیر اسلامی قانون سازی کو ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ میں چیلنج کر سکے، بغیر اس کے اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنے کے محض ایک رسمی اعلان سے کوئی چیز اسلامی نہیں ہو سکتی۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جب بنیادی حقوق کی حق تلفی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا جا سکتا ہے تو مذہب اور اسلام کے خلاف کسی قانون سازی پر جو نہ صرف ہر مسلمان کی سب سے بڑی حق تلفی بلکہ کروڑوں مسلمانوں کی حق تلفی ہوتی ہے، ہر عدالت کا دروازہ کھلا رہنا اور بھی ضروری ہے۔

۳- آئین میں صدر یا گورنروں کو قانون سازی سے پیشتر انتظامی وغیر انتظامی آرڈیننسوں میں بھی اس بات کا پابند کرانا ضروری ہے کہ کوئی حکم یا فرمان کتاب و سنت کے خلاف نہ ہو تاکہ قانون سازی سے پہلے غیر اسلامی آرڈیننس نافذ رہنے کی گنجائش نہ رہے۔

۴- آئین میں قانون سازی کیلئے کتاب وسنت کے صرف منفی پہلو کافی نہیں بلکہ مثبت طور پر یہ بھی وضاحت ہو کہ ساری قانون سازی کتاب وسنت کے مطابق ہوگی۔

۵- دوسری اہم بات یہ ہے کہ جس طرح صدر کیلئے مسلمان ہونا ضروری سمجھا گیا ہے۔ اس طرح ان تمام کلیدی مناصب کو بھی اس شرط کا پابند کر دیا جائے، جو کسی نہ کسی صورت اسلامی مملکت اور مسلمانوں کے مفادات، نظم ونسق اور حل وعقد پر اثر انداز ہوتے ہوں، یا کسی بھی طرح تنفیذ احکام اور ولایت عامہ یا ولایت خاصہ کے دائرے میں آتے ہوں کیونکہ اسلام میں کسی بھی غیر مسلم کو ولایت، قضاء اور تنفیذ احکام جیسے امور میں مسلمانوں پر بالادستی نہیں دی گئی لن يجعل الله للكفرين على المومنين سبيلاً۔

پارلیمانی نظام میں ان مناصب میں سب سے پہلا نمبر وزارت عظمیٰ کا آتا ہے۔ وزیر اعظم اس نظام میں اختیارات کا اصل سرچشمہ ہوتا ہے اس کا مسلمان ہونا انتہائی لازمی ہے۔ اسی طرح مرکزی وزراء بالخصوص وزیر دفاع وزیر تعلیم، وزیر قانون وزیر خارجہ کا کسی اسلامی مملکت کے نظریات اسکی بقاء واستحکام اور قیام عدل وغیرہ بنیادی مسائل میں اہم ترین حصہ ہے اس لئے ان کا مسلمان ہونا لازمی ہے — ارکان عدلیہ سپیکر، ڈپٹی سپیکر، الیکشن کمشنر گورنر صوبائی وزراء اعلیٰ کے عہدوں پر غیر مسلم عیسائی یا مرزائی کو متمکن ہونے کا موقعہ دینا بھی کسی اسلامی سٹیٹ کی بھلائی نہیں —

اسلامی قانون کے مطابق عدل وانصاف کی نگہداشت اور تنفیذ کرنے والی اہم شخصیت قاضی اور جج کی ہوتی ہے۔ اسلام کسی حال میں کسی غیر مسلم کو اس منصب پر فائز ہونے کا حق نہیں دیتا بلکہ اسلام کی اولین شرط کے ساتھ

اسلامی علوم، مآخذ قانون پر اس کی اصل زبان عربی میں عبور کو بھی ضروری سمجھا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر افواج کی سربراہی جیسے کلیدی مناصب، جس میں کسی غیر مسلم پر اعتماد کرنا کسی حال میں بھی دانشمندی نہیں کہلا سکتی نہ کسی نظریاتی مملکت میں اپنی تقدیر سے اس طرح کے شرمناک کھیل کھیلنے کو وسیع النظری سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ایک ایسے آئین میں جس میں اسلام کو سرکاری مذہب تسلیم کر لیا جائے اور وہ کسی سیکولر سٹیٹ کا آئین نہ ہو، کسی بھی غیر مسلم کو ایسے تمام مناصب پر فائز ہو جانے کی گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔ جبکہ کئی افسوسناک نتائج کا تجربہ بھی ہو چکا ہو۔

۶۔ نہ صرف یہ کہ اسلام ان تمام مناصب کیلئے ضروری شرطِ اہلیت ہونا چاہیئے، بلکہ اسلام کی نگاہ میں چونکہ کسی غیر مسلم کو قانون سازی کا حق نہیں پہنچتا اس لئے اوّلاً تو ارکانِ اسمبلی کے لئے بھی یہ شرط لازمی تھی، مگر "جمہوریت" کے خوشنما پردہ میں جب یہ غیر اسلامی زہر نگلا ہی جا رہا ہے، تو کم از کم غیر مسلم ارکان کو کتاب و سنت کے مطابق "قانون سازی" کے بارہ میں رائے اور ووٹ دینا تو کسی حال میں بھی قرینِ عقل و قیاس نہیں، مگر یہاں تو طرفہ تماشا یہ ہے کہ حلفِ وفاداری کے وقت غیر مسلم ارکان بھی "اسلامی نظریہ" کی حفاظت و اشاعت کا حلف اٹھاتے ہیں، جبکہ خود ان کا عقیدہ اور نظریہ اس حلف کا مذاق اڑاتا ہے۔ اس صورت میں غیر مسلم ارکان کے لئے حلف کی عبارت الگ ہونی چاہیئے۔ تاکہ نفاق کی یہ صورت نہ رہے۔

۷۔ جبکہ مسلمان اور اسلام لازمی طور پر ایک خاص مفہوم اور معنی اپنے اندر رکھتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ آئین میں مسلمان کی تعریف بھی شامل ہو۔ اگر ہم ایک لمحہ کے لئے مان بھی لیں کہ علماء اس کی لفظی تعبیر میں متفق نہیں ہو سکے — تو کیا آپ اسمبلی کے سو ارکان کو الگ الگ کمروں میں بٹھا کر سوشلزم، کمیونزم، مارکسزم یا سیکولرزم کی ایک ایسی تعریف پر متفق کر سکتے ہیں جس کے الفاظ اور تعبیرات میں ایک لفظ کا فرق نہ ہو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو پھر ان تمام اصطلاحات سے آپ دستبردار کیوں نہیں ہوتے —— مگر یہاں تو اسلام کے مفہوم اور مراد میں بحمد للہ کسی قسم کا لفظی اختلاف بھی نہیں بلکہ اسمبلی کے پہلے سیشن میں سب مکاتبِ فکر اور علماء کیطرف سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ایک متفقہ تعریف پیش کر کے اس اجماع اور اتفاق کا مظاہرہ بھی کر چکے ہیں۔ اور وہ تعریف نہ صرف اسمبلی بلکہ آئینی کمیٹی کے مذاکرات میں بھی ریکارڈ میں آ چکی ہے —— ہمیں خوشی ہے کہ اب اتنی لے دے کے بعد مسلمان کی ایک حد تک تعریف شامل کرنے پر اتفاق ہو چکا ہے۔ مگر اس میں صرف اللہ کی واحدانیت حضورؐ کی ختم نبوت اور آخرت کا اقرار کافی نہیں کہ اس طرح مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ نہ تعریف کی جامعیت مانعیت برقرار رہ سکتی ہے۔ مرزائی تو ابھی سے خوشی منا رہے ہیں کہ ہم ختم نبوت کے قائل ہیں۔ اور اب تو قانوناً اپنے آپ کو مسلم منوانے کا موقع یہ تعریف فراہم کر دے گی —— کتنی ضروریاتِ دین ہیں جن کا سرِعام مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اس لئے

ضروری ہے کہ ختمِ نبوت کی بجائے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں حضورؐ کو آخری نبی مان کر آپ کے بعد کسی دوسرے نبی پر ایمان کو کفر و اسلام کا خطِ امتیاز قرار دیا جائے، نیز عقیدۂ آخرت کے علاوہ تمام ضروریاتِ دین از قسم صلوٰۃ و زکوٰۃ، روزہ، حج اور ان کی ضروریات کے متعارف مفہومات پر ایمان لانے کو بھی تعریف کا جزء بنا دیا جائے۔ اور جنہیں ایک حد تک اسمبلی میں علماء کی پیش کردہ تعریف میں سمو دیا گیا ہے۔

۸۔ اب تک تمام دساتیر بشمول ۱۹۵۶ء کے آئین کے یہ ایک فیشن چلا آرہا ہے کہ مغربی اثرات سے بنیادی حقوق کے نام پر آئین کی لفظی اور رسمی اسلامیت پر بھی چھری پھیر دی جاتی ہے۔ موجودہ آئین میں یہ گنجائش نہیں رہنی چاہیئے۔

مثلاً آج کے بنیادی حقوق ہر شہری کو یہ حق دیتے ہیں کہ "وہ کسی بھی مذہب کی پیروی کرے اس پر عمل کرے یا اسکی تبلیغ کرے۔" اسلام کی نگاہ میں یہ صریح ارتداد ہے، مسلمان اسلام کو اختیار کر لینے کے بعد دوسرے دین کو اختیار نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی سزا بمقتضائے "من بدل دینہ فاقتلوہ" — (الحدیث) قتل ہے۔ آپ اسے ہزار درجہ تنگ نظری سمجھیں مگر قتل مرتد اسلام کا ایک لازمی حکم ہے۔ غیر مذاہب کی تبلیغ کی بھی کسی اسلامی سٹیٹ میں کھلی چھٹی نہیں ہوتی۔ مسیحی مشنریوں اور مرزائی سرگرمیوں کی شکل میں ارتداد کی تبلیغ کا خمیازہ پوری قوم بھگت رہی ہے۔ اس لئے ایسی دفعہ اگر برقرار ہی رکھنی ہے تو بجائے کسی بھی مذہب کے یہ تصریح کر دی جائے کہ ہر شہری کو حق پہنچتا ہے کہ وہ "اپنے مذہب کی پیروی کرے۔" الخ

۹۔ موجودہ بنیادی حقوق میں عموماً بہت سے حقوق کتاب و سنت سے متصادم ہوتے ہیں۔ اگر آپ اسمبلیوں کو قانون سازی میں ان حقوق کے تحفظ کا پابند بنا دیں گے۔ تو کتاب و سنت کے موافق قانون سازی ناممکن ہو جاتی ہے۔ مثلاً اسلام غیر مسلموں پر مخصوص ٹیکس لگانے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ حقوق آپ کو ایسا نہیں کرنے دیتے وہ غیر مسلم کو جج یا مجسٹریٹ بننے کا حق نہیں دیتا مگر شہریوں کے شخصی قوانین اس کا توڑ کرتی ہیں، شخصی حقوق عورت اور مرد کو ہر حالت میں یکساں رکھنا چاہتے ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ حدود اور قصاص جیسے نازک مسائل میں عورت فیصلے دینے کی مجاز نہیں، نہ اسے عدلیہ کا جج بننے کا حق حاصل ہے۔ نہ ایسے مسائل میں اسکی شہادت قانوناً شہادت ہوتی ہے، اور جہاں شہادت معتبر ہے وہاں صریح نص قرآنی کی بناء پر دو عورتیں ایک مرد کے برابر ہیں، اسی طرح مسلمان کے خلاف کافر کی شہادت بھی جائز نہیں — اسی طرح آپ قانون بنائیں گے کہ مخلوط تعلیم نہ ہو عام مجامع اور تعلیم گاہوں یا پارکوں میں مرد و زن کا اختلاط نہ ہو۔ مگر عصری بنیادی حقوق کسی شہری کے ساتھ مذہب، نسل، جنس، وطن کے لحاظ سے اسی قسم کی پابندی اور قدغن لگانے کے روادار نہیں —— اس طرح کی بیشمار مثالیں ہیں کہ بے لگام بنیادی

حقوق اسلامی قانون سازی کا راستہ روک سکتے ہیں، اور غیر اسلامی باتوں کو اسلامی سانچہ میں ڈھالنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس لئے بنیادی حقوق کے ساتھ یہ تصریح ضروری ہے۔ کہ جہاں تک اسلام اجازت دیتا ہو اور کوئی حق اسلام کے عطا کردہ حقوق کے خلاف نہ ہو۔ ہر شہری کے ایسے تمام حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔

۱۰۔ اسلامی قانون بالخصوص اسلامی حدود میں صدر سے لیکر ادنیٰ رعایا تک اس کا پابند ہوتا ہے۔ وہ نبی کریم اور خلفاء راشدین تک کو اقامت حدود میں رعایت یا امتیاز برتنے کی اجازت نہیں دیتا اس لئے آئین میں اختیار و اقتدار رکھنے والی اونچی سے اونچی شخصیت کو بھی یہ گنجائش نہیں دینی چاہیئے کہ وہ کسی ثابت شدہ شرعی حد یا شرعی سزا کو منسوخ یا معاف کر دے۔

۱۱۔ ایک بات یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قانون کے خلاف کتاب و سنت ہونے کی شکایات پر فیصلہ دینے کے لئے سپریم کورٹ کے ایک خصوصی بینچ کی گنجائش آئین میں رکھی جائے اور یہ بینچ ماہر تجربہ کار، خدا ترس، متدین، متبحر علماء شریعت پر مشتمل ہونا چاہیئے۔ جن کے علم و فضل پر عوام کو اعتماد ہو اور موجودہ قوانین کو اسلام کے مطابق کرنے کے لئے ایک خاص مدت متعین کرتے ہوئے ایک ایسا با اختیار ادارہ بھی قائم کیا جائے جو مذکورہ بلند معیار کے علماء اور جدید قانون کے تجربہ کار ماہرین پر مشتمل ہو۔

۱۲۔ یہ اسلامی آئین کے چند ایک ایسے لازمی خدوخال ہیں، جن کے بغیر نہ تو کوئی آئین اسلامی آئین کہلا سکتا ہے۔ نہ محض خوشنما اور نظر فریب اسلامیت سے اس ملک کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ دستور بھی اس وقت تک ہمارے امراض کا مداوا نہیں بن سکتا جب تک ہم خلوص، للہیت اور ایمان داری کے ساتھ اسے لیکر اپنی مشکلات کے حل کا ذریعہ نہ بنائیں گے۔

حق تعالیٰ ہماری قومی اسمبلی کو اس نازک ترین مرحلہ پر ایک وفا شعار مسلمان اسمبلی کا کردار ادا کرنے کی توفیق دے اور غیب سے تمام ارکان کی رہنمائی اور دستگیری فرما دے کہ وہ اسلام کے کلمہ جامعہ پر متفق ہو کر اس ملک کی ذلت و پستی کو عروج و سرخروئی سے بدل سکیں ۔۔۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق
۲۲ ذی قعدہ ۱۳۹۲ھ

مرکزی وزیر اطلاعات مولانا کوثر نیازی صاحب کے جوان سال، خلیق اور ملنسار فرزند فاروق نیازی مرحوم کے سانحۂ وفات میں ادارہ الحق مولانا کیساتھ شریک غم ہے، حق تعالیٰ مرحوم کو مقام شہادت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(ادارہ)